

حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کا پس منظر

آصفہ اکرم *

حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کا انتخاب فرمایا، جو آپؐ کے متنبی بھی تھے۔ حضرت زیدؑ اگرچہ ایک آزاد کردہ غلام تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف اور اکابر صحابہؓ کے نزدیک لائق تعظیم تھے۔ آنحضرتؓ جو رنگِ نسل اور ذات پات کی تفریق کو ختم کرنے اور مساوات انسانی کا درس لے کر تشریف لائے تھے، چاہتے تھے کہ اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح حضرت زیدؑ سے کر کے اس کا عملی نمونہ فراہم فرمائیں۔ حضرت زینبؓ نے ایمان کامل کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے آگے سرتلیم خم کر دیا تاہم زوجین کے مزاجوں کے مابین پایا جانے والا تفاوت بالآخر اس رشتے کے اختتام پر ملتھ ہوا۔ اس کے بعد آنحضرتؓ نے حکم الٰہی کی بناء پر حضرت زینبؓ سے عقد فرمایا۔ ویسے بھی حضرت زینبؓ جنہوں نے آنحضرتؓ کے حکم کی تعیل میں اس رشتے کو قبول فرمایا تھا، اب ایک طلاق یا نتہ خاتون تھیں۔ ان کے وقار کو بحال کرنے کی بہترین صورت یہی تھی کہ آنحضرتؓ خود انہیں اپنے نکاح میں لے آتے۔ آنحضرتؓ کے اس اقدام سے طبقہ منافقین کو آپؐ کے خلاف منقی پروپیگنڈہ کا ایک موقع میسر آگیا، اور وہ الزام لگانے لگا کہ آپؐ نے اپنے منہ بولے بیٹھ کی مطلقہ سے شادی کر کے اپنے ہی قائم کردہ اصول، کہ بیٹھ کی مطلقہ باپ کے لیے جائز نہیں، کی خلاف ورزی کی ہے۔ منافقین کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اہل اسلام کو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف محرف و منفعل کر کے اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نام و سماوں سے محفوظ رکھا، اور منہ بولے بیٹھوں سے متعلقہ صاف صاف احکام نازل فرماتا ہے کہ آنحضرتؓ کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمه کر دیا۔

مستشرقین کے ہاں اس واقعہ کے بارے جو رائے زنی کی گئی ہے وہ مذکور حقیقت کے برخلاف بعض موضوع اور من گھڑت روایات کی پیداوار ہے۔ جان آف دمشق (John of Damascus) (۱) وہ پہلا شخص تھا جس نے ساتویں صدی عیسوی میں انہی روایات کی بنا پر اس بات کی سمجھی کی کہ حضرت زینبؓ بنت جحش کے واقعہ نکاح کو افسانوی رنگ دیا جائے۔ (۲) بعد ازاں دیگر متعدد مستشرقین نے اپنی کتب سیر و سوانح میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا تاہم پیشتر میں جان کے انداز بیان کا رنگ نمایاں رہا۔ یہاں پر دو مستشرقین کے بیانات زیر بحث لا کر واقع کی اصل صورت کی نقاب کشائی کی جاتی ہے:

جین بول (Juynboll, Th.W.) نے (۳) Encyclopaedia of Religion and Ethics میں

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

Adoption کے عنوان سے ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے، جس میں مقالہ نگار زیر بحث موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”عرب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد میں یہ دستور تھا کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو منہ بولا بیٹا بنا سکتا تھا۔ پیغمبر نے بذات خود زید بن حارثہ کو اپنا بیٹا بنایا۔ زید بن اون کے عہد جوانی میں غلام بنا لیا گیا تھا اور وہ مکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملکیت میں آئے۔ زید کے قبیلے کے کچھ لوگوں نے ان کو بیچاں لیا اور ان کے والد حارثہ کو آگاہ کیا جو اپنے بیٹے کا تاو ان ادا کرنے کے پہنچا۔ تاہم زید نے اس موقع پر پیغمبرؐ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی جس پر پیغمبرؐ نے انہیں آزاد کر دیا اور یہ کہہ کر اپنا بیٹا بنا لیا کہ ”یہ اوارث ہو گا اور میں اس کا۔“ اس وقت سے وہ زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہلانے لگے۔

عربی ادب میں متنبی بنانے (Adoption) کی دیگر کئی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ لیکن یہ شواہد کہیں نہیں ملتے کہ منہ بولا بیٹا بنانے کا دستور صرف اس لیے تھا کہ متعلقہ خاندان کو مت جانے سے بچایا جاسکے۔ اکثر اوقات اس دستور کو صرف اس لیے اپنایا جاتا کہ خاندان میں ایک نئے فرد کا اضافہ کیا جاسکے، جس کی وجہات کچھ بھی ہو سکتی تھیں مثلاً کوئی فرد جب کسی ایسی خاتون سے نکاح کرتا جس کے پہلے شوہر سے بھی اولاد ہوتی تو اس اولاد کو اپنانے کی غرض سے، لوٹنے والوں کے بچے جو ان کے مالک کی اولاد ہوتے اور جو غلام ہی سمجھے جاتے مگر بعض اوقات ان کے باپوں نے انہیں اپنا ہی لیا (جیسا کہ مشہور شاعر عترة کے معاملہ میں ہوا جس نے اپنی قابلیت کا ثبوت پیش کیا)۔ ایک صورت یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کا قتل کر کے اپنے قبیلے سے فرار ہو جاتا تو اس کو پناہ دینے والا اس کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایتا۔ مثال کے طور پر مقدمہ بن اسود جوان لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ سے اول اسلام قبول کیا، وہ اہتماء اپنے قبیلہ بہراء (Bahra) سے فرار ہو کر آئے اور بعد ازاں مکہ میں ان کے نگہبان الاسود نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا تسلیم کر لیا۔ ان کا اصل نام مقدمہ بن عمرو تھا۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہتی چاہیے کہ ایک منہ بولے بیٹے کا مقام اس زمانے میں ہر اعتبار سے حقیقی بیٹے کے برابر ہی ہوتا تھا۔ لیکن مندرجہ ذیل واقعہ کے بعد پیغمبرؐ اس پر اనے دستور کو خیر آباد کہنے پر مجبور ہو گئے اور انہیں یہ بر ملا اعلان کرنا پڑا کہ یہ دستور حقوق سے متعلق کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

متذکرہ بالازیدؐ کی زوجہ زینبؓ نے پیغمبرؐ کے جذبات کو اس قدر برا بھیختہ کیا کہ انہوں نے زیدؐ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی سے ترک تعلق کر لے اور ایسا ہو جانے کے بعد پیغمبرؐ نے خود اس سے نکاح کر لیا، اور اس بات سے معاشرے میں ایک بڑا فساد برپا ہو گیا۔ اعتراض یہ اٹھایا گیا کہ قرآن کی رو سے (سورۃٰ ۱۷، آیت نمبر ۲۷) یہ کبیرہ گناہ (incest) تھا کہ ایک باپ اپنے بیٹے کی بیوی (یعنی اپنی بہو) سے نکاح کر لے۔ تب قرآن کی یہ آیات سورۃ ۳۳ (الاحزاب) آیات اتا ۵ اور ۲۷ نازل کی گئیں، جس میں نہایت وضاحت سے مومنین کو یہ بتا دیا گیا کہ ایک متنبی بیٹا حقیقی بیٹے کے برابر نہیں، چنانچہ ایک منہ

بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر کہنا درست نہ تھا۔ چنانچہ منہ بولے بیٹے کی مطلاقہ بیوی سے نکاح کوئی گناہ کی بات نہ تھی۔^(۲)

ڈی، ایس، مارگولیوٹھ (D.S.Margoliouth)^(۵) اپنے مقالہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)“ میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کر کے یہ قول لکھتا ہے کہ ”قرآن متنبی، بیٹے والے واقعہ کو حذف کر کے اپنے حق میں زیادہ فوائد سمیٹ سکتا تھا اور اس تقدیم کا رخ دوسروں کی طرف بھی پھیرا جاسکتا تھا۔“^(۶) مستشرقین کے مذکورہ بیانات کا جائزہ لینے کے لیے درج ذیل امور کے بارے جانا ضروری ہے تاکہ صحیح صورت حال کی وضاحت ممکن ہو سکے۔

☆ اسلام سے قبل متنبی بنانے کا رواج کیونکر تھا؟

☆ حضرت زیدؑ کوں تھے؟ اور انہیں متنبی کیوں بنایا گیا؟

☆ حضرت زینبؓ بنت جحش کوں تھیں؟ اور نبی کریم ﷺ سے ان کا کیا رشتہ تھا؟

☆ حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؑ سے کیوں کیا گیا؟

☆ حضرت زیدؑ نے حضرت زینبؓ و طلاق کیوں دی؟

☆ نبی کریم ﷺ سے حضرت زینبؓ کا عقد کن اسباب کی بنا پر ہوا؟

☆ رسم تبنیت سے کون سی خرابیاں رونما ہوتی ہیں؟

☆ متنبی سے متعلق اسلام کا حکم کیا ہے؟

ذیل میں مذکورہ بالا امور کا باتفصیل جائزہ لیا جاتا ہے۔

قبل از اسلام متنبی بنانے کا رواج:

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جو رسم رواج پا چکی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ تبنیت کے ذریعے اپنے نسب کو دوسرے شخص سے ملا دیتے۔ پھر ان منہ بولے بیٹوں کو اپنی سُکنی اولاد کی طرح خیال کرتے اور ان کو وہی حقوق دیتے کہ جن کی مستحق ان کی حقیقی اولاد ہوتی۔ منہ بولی اولاد ان کے حوالے ہی سے معاشرے میں اپنی پیچان حاصل کرتی۔ نسبی رشنہ کی بنا پر جو عورتیں حرمت قرار پاتی ہیں، متنبی کے حوالے سے بھی ان کی حرمت برقرار رکھی جاتی۔ چنانچہ لے پا لک بیٹوں کی بیویوں کو وہ حقیقی بہوئیں خیال کرتے اور مطلاقہ ہونے کی صورت میں ان کو اپنے لیے حرام سمجھتے۔ نیز ان منہ بولے بیٹوں کو میراث و ترکہ میں بھی حصہ دار کرہا یا جاتا۔ علامہ یوسف القضاوی فرماتے ہیں:

”زمانہ جاہلیت میں عرب دوسری قوموں کی طرح اپنا نسب تبنیت کے ذریعہ جس شخص سے چاہتے

ملاتے اور آدمی جس لڑکے کو چاہتا پناہیٹا بنا لیتا اور اس کے حقوق و فرائض بیٹھوں ہی کی طرح ہوتے۔ یہ بنیت

اس صورت میں بھی اختیار کی جاتی جبکہ متینی کا باپ معلوم اور اس کا نسب معروف ہوتا۔” (۷)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ عربوں میں متینی بنانے کا رواج حتیٰ سے جڑ پکڑ چکا تھا، حتیٰ کہ اس کا اثر رشتہ ناطوں اور راثت وغیرہ کے احکام تک جا پہنچا تھا، جس کی وجہ سے معاشرہ طرح طرح کے نفسیاتی، اخلاقی اور معاشی مسائل سے دوچار تھا۔

حضرت زید بن حارثہ کون تھے؟

حضرت زید قبیلہ کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؐ کے والد کا نام حارثہ بن شراحیل تھا۔ آپؐ کی والدہ سعدی بنت شعبہ قبیلہ طے کی ایک شاخ بُنی معن سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی عمر آٹھ سال کی تھی جب ان کی والدہ انہیں لے کر اپنے میکہ گئیں۔ وہاں بُنیس نے قافلے والوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیا۔ اس لوٹ مار میں وہ جن آدمیوں کو اپنے ساتھ پکڑ کر لے گئے ان میں حضرت زید بھی تھے۔ طائف کے قریب ایک میلہ عکاظ نامی را گا کرتا تھا، انہوں نے حضرت زید کو اس میلے میں لے جا کر بیچ دیا۔ حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے، نے اپنی پھوپھی کے لیے انہیں وہاں سے خریدا۔ جب حضرت خدیجہؓ کا نکاح آنحضرتؐ سے ہوا تو انہوں نے زید کو بنی کرمہ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدایہ پیش کر دیا۔ ادھر زیدؓ کے والد کو ان کی جدائی کا بے حد صدمہ تھا۔ وہ ان کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حسن اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگ حج پر گئے اور انہوں نے زید کو پہچان لیا اور انہیں ان کے والد کے حال کی خبر دی۔ زیدؓ نے ان کے ذریعے اپنے والد کو اپنی خیریت کی اطلاع دی۔ آپؐ کے والد اور بیچا کو جب یہ خبر ملی تو وہ فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی کی قید سے چھڑوانے کے لیے مکرمہ پہنچ گئے۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ کر مدعا عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اُسے بلا لیتا ہوں اگر وہ تمہارے ساتھ جانے پر رضا مند ہو تو بغیر فدیہ اُسے چھوڑتا ہوں لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنے کا خواہ شمند ہو اُسے اپنے ہاں سے نکال دوں۔ انہوں نے آپؐ کی رائے کو صائب قرار دیا اور کہا کہ آپؐ نے انصاف سے بھی بڑھ کر بات ارشاد فرمائی۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ کو بلا کر پوچھا کیا تم ان کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں میرا حال بھی معلوم ہے، اب تمہیں اجازت ہے کہ تم ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا میں آپؐ کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس جانے کی خواہش نہیں رکھتا۔ اس پر حضرت زیدؓ کے والد اور چچا نے کہا کہ زیدؓ کیا تم آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو اور اپنے باپ اور گھر والوں کو چھوڑ کر دیا غیر میں رہنا پسند کرتے ہو؟ انہوں نے جواب عرض کیا کہ میں نے آپؐ میں میں جن اوصاف کا مشاہدہ کیا ہے ان کے مقابلے میں کسی اور کو آپؐ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ نبی کرمہ ﷺ نے جب حضرت زیدؓ کا یہ جواب سماعت فرمایا تو انہیں اسی وقت آزاد فرمادیا اور حرم میں تشریف لے جا کر فریش کے جمع عام میں یہ اعلان فرمایا:

”یا من حضر، اشہدوا أَن زِيداً ابْنِي، يَرْثى وَأَرْثَهُ۔“

”تُم لُوگ گواہ ہو کہ زیدؑ میرا بیٹا ہے، یہ مراد اور ثہوڑا اور میں اس کا۔“

آپؐ کے والد اور پچانے جب یہ منظر دیکھا تو نہایت مسرور ہوئے اور انہیں خوشی سے خدمت نبویؐ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اسی دن سے لوگ انہیں زید بن محمد کہنے لگے۔ یہاں تک کہ اسلام آیا اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿أَذْعُّونُهُمْ لِأَبَايَهِمْ﴾ (۸)

”تُمْ أَنْ كُوَانَ كَبَابِيْلَ كَيْ طَرْفَ مَنْسُوبَ كَيْ كَرَوْ۔“ چنانچہ اس دن سے انہیں زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ (۹) معلوم ہوا کہ حضرت زیدؑ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ اور متینی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں ان کے جذبہ جانشیری کی بنا پر اس شرف سے ممتاز فرمایا تھا۔ دُنیا انہیں زید بن محمدؐ کے نام سے پکارا کرتی تھی، تاہم قرآنؐ کریمؐ کے ذکورہ حکم کی بنا پر انہیں زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔

حضرت زینبؓ بنت جحش کون تھیں اور ان کا آنحضرت ﷺ سے کیا رشتہ تھا؟

حضرت زینبؓ بنت جحش کی والدہ کا نام امیہہ بنت عبدالمطلب تھا جو رشتہ میں آنحضرت ﷺ کی پھوپھی لگتی تھیں۔ یعنی حضرت زینبؓ نبی کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؐ کو ساتھیں الاؤں میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ۱۳ نبویؐ میں آپؐ نے اپنے خاندان کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ (۱۰)

آپؐ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہوا، لیکن دونوں میں نباهہ ہو سکا، چنانچہ حضرت زیدؓ نے آپؐ کو طلاق دے دی۔ بعد ازاں حکم الٰہی نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آنحضرت ﷺ سے نکاح کے وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔ (۱۱)

حضرت زینبؓ نہایت متقدی، پرہیزگار اور فیاض واقع ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا: انہا لاَوَاهَة.

ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ اواہ سے کیا مراد ہے۔ فرمایا خاشع اور متضرع پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾ (۱۲) (۱۳)

”وَقَتِيْ ابْرَاهِيمَ بِرْ لَهِيمَ اطْعَنَ رَحِيمَ الْمُزَانَ رَقِيقَ الْقَلْبَ تَحْتَهُ۔“

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپؐ کے بارے فرمایا:

”هُى التَّى تساميَنِي فِى المَنْزَلَةِ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا رأَيْتُ امْرَأَةً قَطُ خَيْرًا فِى الدِّينِ

من زینب و اتقی لله و اصدق حدیثا و اوصل للرحم و اعظم صدقۃ۔“ (۱۴)

”زینبؓ بنت جحش رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مرتبہ میں میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ میں نے دین کے معاملہ

میں زینبؓ سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں پایا اور وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والی، سچ بولنے والی، صل رحمی کرنے والی اور صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں۔“

واقعہ افک میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ سے جب حضرت عائشہؓ کے بارے استفسار فرمایا تو انہوں نے حق گوئی سے کام لیتے ہوئے صاف فرمادیا:

”یا رسول اللہ احمدی سمعی و بصری والله ما علمت علیہا الا خیرا۔“ (۱۵)

”یا رسول اللہ میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں، اللہ کی قسم میں نے عائشہؓ میں بھلانی کے علاوہ کچھ نہیں پایا۔“

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے ازواج مطہراتؓ اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:
”تم میں سے مجھے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔“

لبے ہاتھ سے آپؐ کی مراد سخاوت تھی۔ حضرت زینبؓ چونکہ بے حد تھی اور فیاض تھیں، لہذا نبی کریم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے آپؐ نے ہی وفات پائی۔ (۱۶)

حضرت زینبؓ کا انتقال ۲۰ھ میں ۵۳ برس کی عمر میں ہوا۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ ان کے لیے جوش والوں کی طرح ڈولا استعمال کیا گیا جس کے اوپر ایک چادر بھی ڈالی گئی تاکہ اُم المؤمنینؓ دوسروں کی نظروں سے محفوظ رہ سکیں۔ (۱۷)
وفات کے وقت آپؐ کے ترکہ میں سوائے ایک مکان کے کچھ نہیں تھا، کیونکہ آپؐ اپنا سب مال را خدا میں صدقہ کر چکی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی وفات پر درج ذیل تعریفی کلمات ارشاد فرمائے:

”ذهبت حميدة فقيدة مفرع اليتامي والأرامل.“ (۱۸)

”وَهُنَّ يَكْ خَصَائِلَ كَيْ مَا لَكَ خَاتُونَ دُنْيَا سَرَّ رَحْصَتْ هُوَ گَنْيَنْ اُورَ اپَنَے پِيَچَھَے تَيَمُّوْنَ اُورَ مَفْلُوسُوْنَ کُو بے چین چھوڑ گَنْيَنْ۔“

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؐ کا پہلا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا۔ تاہم زوجین میں نباه کی صورت نہ بن سکی، جس کی بنا پر حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ پہنچتیں (۳۵) سال کی عمر میں آپؐ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آپؐ نہایت متقدی، پرہیزگار، صلہ رحمی کرنے والی اور فیاض تھیں۔

حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے کیوں کیا گیا؟

جبیسا کہ بیان ہوا، حضرت زیدؓ نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور متینی یعنی منه بولے بیٹھے تھے۔ آنحضرتؐ ان سے خاص انس رکھتے تھے چنانچہ آپؐ نے ان کے رشتہ کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا انتخاب فرمایا۔ حضرت

زینبؓ چونکہ عرب کے ایک نہایت محترم اور شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھیں نیز انہیں نبی کریم ﷺ کی پڑبو بھی زاد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا، ادھر حضرت زیدؓ اگرچہ آنحضرت کے متبنی تھے لیکن تھے تو ایک آزاد کردہ غلام۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو اس رشتہ پر سخت تجھب ہوا۔ اس پر سورہ احزاب کی یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَ لَا مُؤْمِنَةً إِذَا قَضَى اللَّهُ وَ رَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونُ لَهُمُ الْعِزَّةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَ مَن يَعْصِ اللَّهُ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (۱۹)

”اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسولؐ کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان کو ان (مومنین) کے اُس کام میں کوئی اختیار (بات) ہے۔ اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔“

اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زینبؓ بنت جحش اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے نکاح پر آمامدگی ظاہر کر کے مثالی اطاعت کا ثبوت فراہم کیا۔ آیت مبارکہ میں مومن مرد سے مراد حضرت عبداللہؓ جبکہ مومنہ عورت سے خود حضرت زینبؓ مراد ہیں۔ چنانچہ یہ نکاح منعقد کر دیا گیا۔ آپؐ کا مہر نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے ادا فرمایا جو دس دینار اور سانچھ درہم، ایک دوپٹہ ایک چادر ایک کرتا پچاس مدد انماج اور دس مدد کجھ جھور تھا۔ (۲۰)

جمہور مفسرین نے مذکورہ آیت کا شان نزول اسی واقعہ کو قرار دیا ہے۔

یہاں پر مفسرین نے نکاح کے معاملہ میں نبی کفاءت و مماثلت کے مسئلہ پر طویل کلام کیا ہے، اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ پیر عایت دوسری دینی مصالح کے مقابلے میں قابل ترک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں متعدد نکاح اسی قسم کی دینی مصالح کی بنابری غیر کفوئیں کیے گئے تھے۔ (۲۱)

نکاح میں کفوکا لاحاظ رکھنا اگرچہ بہتر ہے لیکن اس سے یہ خیال کر لینا کہ کسی اعلیٰ خاندان کے فرد کا اپنے سے کمتر خاندان میں نکاح نہیں ہو سکتا، درست نہیں، جبکہ مصالح دینیہ بھی اس امر کو مقتضی ہوں۔

حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق کیوں دی؟

نکاح کے بعد حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں بناہ کی صورت پیدا نہ ہو سکی اور دونوں کے مزاج کی عدم موافقت خوب شکار عائلی زندگی کی راہ میں رکاوٹ بن گئی۔ چنانچہ ایک سال سے کچھ اوپر تک تو یہ گھر بسراہا لیکن پھر ناچاقیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت زیدؓ کی خدمت اقدس میں شکایت لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں سمجھایا کہ گھر نہ توڑیں اور اللہ سے ڈریں۔ علامہ ابن کثیر اس واقعہ کو زیر بحث لا کر فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے آثار ایسے نقل کیے ہیں جو صحیح نہیں، لہذا انہیں ہم نامناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ البته وہ ابن ابی حاتم کے حوالے سے یہ ضرور لکھتے ہیں کہ:

”لَكُنَ اللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ نَبِيًّا أَنَّهَا سَتَكُونُ مِنْ أَزْوَاجِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا، فَلَمَّا آتَاهُ زَيْدُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِيُشْكُوَهَا إِلَيْهِ قَالَ: اتَّقِ اللَّهَ وَأَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ.“ (۲۲)

”اللَّهُ تَعَالَى نَعَنْ أَنْ يَنْهَا بِنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْهِي هِيَ خَبْرٌ دَوْدَى تَحْمِيَ كَهْرَبَةَ زَيْدٍ بَهْجِي آپُ کے نکاح میں آجائیں گی، پھر جب حضرت زیدؑ کی شکایت لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔“

آنحضرت ﷺ بعض وجوہات کی بنا پر حضرت زیدؑ کا ایسا کرنے سے روکتے رہے:

ان میں پہلی وجہ تیہی کہ اسلام میں طلاق کو باوجود جائز ہونے کے ایک ناپسندیدہ چیز قرار دیا گیا ہے اور جس کا استعمال و محض ناگزیر حالات میں ہی روکھتا ہے۔ اور تکونی طور پر کسی کام کا قوع شرعی حکم کو متاثر نہیں کرتا۔ پھر چونکہ عرب اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلاقہ عورتوں سے نکاح کر لینا نہایت معیوب خیال کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے زندگی حقیقی اولاد کا درجہ اور حقوق رکھتے تھے۔ لہذا آپؐ گویہ خدشہ لاحق ہوا کہ عرب اپنی اس جاہلیہ رسم کی بنا پر زبان طعن دراز کریں گے جو ظاہر ہے طبعی گرانی کا باعث بتا۔ (۲۳) یہ تھیں وہ تمام وجوہات جن کے پیش نظر آپؐ نے حضرت زیدؑ کی بیوی کے ساتھ نباه کرنے کا مشورہ دیا اور اس بات کو فی الحال ظاہر نہ فرمایا جو آپؐ کو من جانب اللہ معلوم ہو چکی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اس کا ظاہر کرنا منظور تھا، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبِدِّيهُ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَى فَإِنَّمَا قَضَى رَبِّكَ مِنْهَا وَطَرَا زَوْجُنَكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجٍ أَذْعَانِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرَا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾ (۲۴)

”اور جب آپؐ اس شخص سے فرمار ہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپؐ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زنینبؓ) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈراور آپؐ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا تھا اور آپؐ لوگوں (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپؐ کو خدا ہی سے سزاوار ہے۔ پھر جب زیدؑ کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپؐ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ نگلی نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے اپنا جی بھر چکیں اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی۔“

جامع ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے یہ قول مذکور ہوا ہے کہ:

”لو کان رسول الله ﷺ کاتما شیئاً من الوحى لکتم هذه الاية ﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾“ (۲۵)

”اگر نبی کریم ﷺ و حی میں سے کچھ چھپاتے تو یہ آیت ﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے وحی الہی میں سے کسی بھی چیز کا ستمان نہیں فرمایا۔ آپ پر جو کچھ بھی بصورت وحی

نازل ہوا سے بلا کم وکاست غلط خداتک پہنچادیا۔

نبی کریم ﷺ سے حضرت زینبؓ کا عقد کرنے اسباب کی بنا پر ہوا؟

اللہ کا رسول حقيقة طور پر صرف اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی کو وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ

جب حضرت زیدؑ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو بعد عددت آپؐ مذکورہ حکم الہی کے تحت ان کو اپنے نکاح میں لے آئے۔

اگرچہ یہ کام کرنا اس قدر آسان نہ تھا کہ منافقین کی طرف سے طعنوں کا زبردست اندیشہ تھا لیکن اُسے برداشت کرنے

کا حوصلہ اللہ کریم نے اپنے پیغمبر اعظمؐ کو عطا فرمایا۔ تاکہ یہ حکم الہی خوب واضح ہو جائے کہ منه بولے میٹوں کی بیواؤں یا مطلقو

عورتوں سے نکاح حرام نہیں ہے۔ لہذا ان کے لیے حقیقی اولاد والے تمام حقوق کا العدم ٹھہرے۔ محمد حسین ھیکل نے اس واقعہ

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”رسوم کے اصلاح کنندہ کو خود ہی ایسا قدم اٹھانا چاہیے کہ سب سے پہلے باپ اپنے منہ بولے فرزند کی بیوی

سے عقد کر سکے۔ اور متنہ کو اپنے منہ بولے باپ کی زوجہ سے عقد گوارا ہو، لیکن کسے یا راتھا جوان رسوم کے

خلاف عملًا قدم اٹھائے پھر عرب جیسے ملک میں جہاں صدیوں سے یہ رسمیں قومی دستور کے طریق پر تہذیب

و تمدن میں داخل ہو چکی ہوں، ماسوائے حضرت محمد ﷺ کے جن کی قوت، عزیمت اور حکمت خداوندی پر عین

ادرائے فکر نے آپؐ گوئیا اس پر آمادہ فرمادیا۔“ (۲۶)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب حضرت زیدؑ حضرت زینبؓ کو طلاق دے چکے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت

زیدؑ سے فرمایا ”اس پیغام کو پہنچانے کے لیے میں کسی شخص کو تم سے بڑھ کر نہیں پاتا تم میری طرف سے زینبؓ کے پاس جا کر

نکاح کا پیغام دو۔“

چنانچہ زیدؑ کے گھر پہنچ اور ان کے لیے احترام محسوس کرتے ہوئے ان کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے نکاح کا

پیغام پہنچادیا۔ مگر اس طرح کہ ان کی طرف پشت کیے رہے اور کہا ”مبارک باد قبول کیجیے، نبی کریم ﷺ نے آپؐ کا ذکر فرمایا

ہے۔“

حضرت زینبؓ نے جواب فرمایا، میں جب تک اپنے رب سے نہ پوچھ لوں (یعنی استخارہ نہ کرلوں) کوئی جواب نہ

دولگی۔ اور نماز کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ (۲۷)

مولانا محمد ادريس کاندھلوی کے بقول چونکہ حضرت زینبؓ نے اس بارہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا، بلکہ

خداۓ عز وجل سے مشورہ چاہا اور اسی سے خیر طلب کی کیونکہ وہی اہل ایمان کا ولی ہے۔ اس لیے خداۓ عز وجل نے اپنی

خاص ولایت سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کا نکاح نینبؑ سے کر دیا۔ آسمانوں میں تو اعلان ہوئی گیا
- اب ضرورت ہوئی کہ زمین پر بھی اس نکاح کا اعلان ہو۔ (۲۸)

چنانچہ ان آیات مبارکہ کا نزول ہوا:

﴿فَلَمَّا قَضَى رَبِيعُ مِنْهَا وَطَرَا زَوْجُنَكُهَا﴾ (۲۹)

”پھر جب زیدؑ کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا۔“

اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت نینبؑ کے گھر تشریف لے گئے اور بغیر اذن کے داخل ہوئے۔ ولیمہ کی دعوت میں آپؑ نے گوشت اور روٹی کا انتظام فرمایا۔ اسی موقع پر آیات حجاب کا نزول ہوا اور صحابہؓ کو نبی کریم ﷺ کے مجرمات مقدسہ میں بغیر اجازت کے جانے سے منع فرمادیا گیا۔ (۳۰)

حضرت نینبؑ دیگر ازواج مطہراتؓ پر اس بات کو فخر یہ بیان کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تو تمہارے اولیاء کے ذریعے انجام پایا لیکن میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فرمایا۔ (۳۱)

بعد از نکاح منافقین کی طرف سے حسب توقع اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو الزام تراشیوں کا ہدف بنایا گیا۔ ابن

سید الناس نے اس موقع پر ممانعوں کا یہ اعتراض نقل کیا ہے:

”حروم محمد نساء الولد وقد تزوج امرأة ابنه.“ (۳۲)

محمد ﷺ نے اڑکے کی بیوی کو حرام قرار دینے کے باوجود اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح فرمایا۔“

اللہ کریم نے ان کی تمام نکتہ چینیوں کا جواب یہ کہہ کر ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلِكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّنَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (۳۳)

”محمدؐ نہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتایا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔ بلکہ آپؑ اللہ کے رسول اور خاتم النبیوں ہیں۔ لہذا جب وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے نبی والد ہی نہیں تو پھر اولادوں کے حقوق ثابت ہی کہاں ہوتے ہیں۔ پھر آپؑ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپؑ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا کہ جو ان امور کی اصلاح کر دے جو آپؑ نہ کر سکے۔

رسم تبنیت سے پیدا شدہ خرابیاں:

ضروری ہے کہ یہاں رسم تبنیت سے پیدا شدہ اُن خرابیوں کا بھی مختصر تذکرہ کر دیا جائے، کہ جن کا سد باب اگر پیغمبر اسلامؐ کے پاک اور محکم عمل سے نہ کیا جاتا تو انسانی معاشرہ بے شمار اخلاقی، نفسیاتی اور معاشی مسائل و معائب کا

شکار ہوتا رہتا۔

اخلاقی خرابیاں:

وہ بچہ ہنسے کسی نے گو دیا ہے، وحقیقت اس شخص اور اس کے خاندان کے دیگر افراد سے کوئی خونی و سبی تعلق نہیں رکھتا۔ اس بنا پر وہ اس گھر کی خواتین کے لیے غیر حرم قرار پاتا ہے، لہذا اس سے بے شمار اخلاقی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایک ہی گھر میں غیر حرم عورتوں کے ساتھ بے تکلفی کے ماحول میں پروش پاتے ہوئے اس بچے کے دل سے حرم اور غیر حرم رشتہوں کی تمیز ہی رخصت ہو جائے۔ بعینہ یہی صورت حال اس خاندان کی عورتوں کے ساتھ بھی پیش آسکتی ہے۔ جس کے نتیجے میں یقیناً انسانی معاشرہ انارکی اور بے راہ روی کا شکار ہو کر رہ جائے گا اور اس صورت حال کو اسلام کے اخلاقی قوانین و ضوابط کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

نفسیاتی خرابیاں:

اگر شخص متنبی کو گھر کی خواتین اور اس بے تکلفی کے ماحول، جو کہ خاندانی زندگی کا خاصہ ہے، سے دور کھکھ پروش کیا جائے تو تاکہ مذکورہ مفاسد سے بچاؤ ممکن ہو سکے تو پھر اس سے بے شمار نفسیاتی خرابیاں جنم لیں گی۔ گو دیا گیا بچہ افراد خانہ سے مطلوبہ توجہ اور شفقت نہ ملنے کی وجہ سے احساس محرومی کا شکار ہو جائے گا۔ وہ جب یہ دیکھے گا کہ اس کے حقیقی بہن بھائی والدین کی شفقت و رحمت کے زیر سایہ پل رہے ہیں اور جو خوشی، تحفظ اور سکون انہیں میسر ہے وہ اس سے محروم ہے تو وہ اپنے آپ کو اس مصنوعی ماحول میں اجنبی تصور کر کے سخت فتنی تاویں بتلا ہو جائے گا۔ جس کے نتیجے میں اس کی شخصیت بری طرح محروم ہو گی اور وہ معاشرے کا ایک کار آمد فرد کہلانے کا مستحق قرار نہیں پا سکے گا۔

معاشی خرابیاں:

اس رسم کے نتیجے میں مرنے والے کے جائز ورثاء اپنے والد کی وراثت سے محروم ہھرتے ہیں۔ اور وہ شخص ہے متنبی بنا کر خاندان میں داخل کیا جاتا ہے وراثت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ یہ غیر حقیقی تقسیم وراثت افراد خانہ کے مابین عدا توں اور نفرتوں کو پروان چڑھانے کا باعث بنتی ہے اور یہ نفرتیں بالآخر خاندانی فسادات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

یہ اور اس طرح کی اور بے شمار قبائلی تھیں کہ جن کے خاتمه کے لیے آنحضرت ﷺ نے اپنا اسوہ حسنہ پیش فرمایا۔ یہ بات معلوم ہے کہ عمل قول سے زیادہ موثر ہوتا ہے خصوصاً ایسے موقع پر جہاں کسی برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا مقصود ہو بقول صفتی الرحمن مبارک پوری جب معاشرے میں کوئی رواج اچھی طرح جڑ پکڑ لیتا ہے تو محض بات کے ذریعے اسے مٹانا یا اس میں تبدیلی لانا بیشتر اوقات ممکن نہیں ہوا کرتا، بلکہ جو شخص اس کے خاتمے یا تبدیلی کا داعی ہو اس کا علی خون نہ موجود ہنا بھی ضروری ہو جاتا ہے، اس لیے متنبی کا جاہلی اصول عملی طور پر توڑنے کے لیے آپ کا نکاح آپ کے منہ بولے بیٹھت زیادگی مطلقہ سے کرایا گیا۔ (۳۲)

متنبی سے متعلقہ اسلامی احکامات:

متنبی سے متعلقہ احکام کو چونکہ اسلام کے معاشرتی و عائلی مسائل میں خاص اہمیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی کلام میں لے پاکوں کے بارے نہایت وضاحت و صراحت کے ساتھ احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَذْعُوهُمْ لِابَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنَّ لَمْ تَعْلَمُوا أَبَاءَهُمْ فَاخُوْانَكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيْكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا آخْطَاطُمُ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدُتُ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (۳۵)

”تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جاوے تو اس سے تم پر کچھ گناہ نہ ہو گا لیکن ہاں دل سے ارادہ کر کے کرو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“
لہذا متنبی کو حقیقی بیٹاً قرار دے کر اسے اُس کے اصلی والد سے بے خبر کھناد رست نہ ہو گا۔ ضروری ہے کہ اسے اُس کے اصلی باپ کے حوالے سے پکارا جائے۔ اگر اس کی ولدیت معلوم نہ ہو تو وہ یا تو تمہارا دینی بھائی ہے یا پھر اس کی حیثیت دوست کی ہے۔ تاہم اُس کے انسانی حقوق پورے کیے جائیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیا جائے۔ اس حکم کے نزول کے بعد جو شخص ارادہ اس کی خلاف ورزی کا مرتكب ہو گا تو وہ سخت گناہ گار اور سزا کا مستحق ہے، ہاں اگر وہ اس فعل سے باز آجائے اور معافی کا خواستگار ہو تو اللہ تعالیٰ بخششہ والا مہربان ہے۔

محمد حسین ھیکل لکھتے ہیں:

”عرب منہ بولے بیٹوں کے معاملہ میں حد سے بڑھ چکے تھے۔ انہیں صلبی اولاد کے حقوق حاصل تھے مگر رسول خدا کی حکمت آفرینی گوارانہ کر سکی کہ وہ بلا جا بگھروں میں آئیں یا استحراق و حرمت نسب میں انہیں صلبی اولاد کا ہم پلہ قرار دیا جائے اور میراث و ترکہ میں برابر کے حصہ دار ہوں۔ آں حضرت نے ضروری سمجھا کہ منہ بولے بیٹوں کے حقوق ایک ایک دوست یاد نہیں بھائی سے زیادہ نہ رہنے پائیں۔ ان حقوق بندی پر آخری آیت نازل ہوئی:

﴿وَ مَا جَعَلَ أَدْعِيَاتِكُمْ أَبْنَائَكُمْ ذِلِّكُمْ قَوْلُكُمْ بِإِفْوَاهِكُمْ وَ اللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ﴾ (۳۶)

”اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیٹیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنادیا اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (جی مجی کا) بیٹا نہیں بنادیا۔ یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔“ (۳۷)

ایڈوکیٹ تنزیل الرحمن اس ضمن میں بعض غلط تصورات کی اصلاح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ”بعض حضرات تبنیت میں لینے والے شخص اور متنی کے درمیان بر بنائے معاہدہ تبنیت و راشت جاری کرنے کے حق میں نظر آتے ہیں لیکن راشت بر بنائے معاہدہ جاری نہیں ہو سکتی۔ البتہ تبنیت میں لینے والا متنی کے حق میں ایک تہائی کی حد تک وصیت کر سکتا ہے جیسا کہ وہ کسی اجنبی کے لیے کرنے کا شرعاً مجاز ہے۔“ (۳۸)

علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

اس نظام (متنی بنانے) کے جملہ نقوش مشاً و راشت، متنی کی بیوی سے نکاح کی حرمت وغیرہ کو اسلام نے مٹا دیا۔ چنانچہ راشت کے سلسلہ میں قرآن نے کسی ایسے تعلق کو جونہ خون کا ہو، نزوجیت کا ہوا ورنہ حقیقی قرابت کا ہو کوئی اہمیت نہیں دی اور اس کو میراث میں حصہ دار نہیں بنایا۔

﴿وَ أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتْبِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (۳۹)
 ”اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حق دار ہیں پیش اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔“

اور نکاح کے سلسلہ میں قرآن نے اعلان کیا کہ حقیقی بیوؤں کی بیویاں حرام ہیں نہ کہ منہ بولے بیوؤں کی، ارشاد فرمایا:

﴿وَ حَالَأَئِلُّ أَبْنَائَكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ (۴۰)

”اور تمہارے ان بیوؤں کی بیویاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں۔“

لہذا گو دینے والے شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے متنی کی بیوی سے نکاح کرے کیونکہ وہ حقیقتہ اجنبی شخص کی بیوی ہے اور جب متنی نے اس کو طلاق دے دی تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ (۴۱)

مفتوحیت مفتی محمد شفیع صاحب مسئلہ زیر بحث پر قطراز ہیں:

”پوئنکہ اس آخری معاملے کا اثر بہت سے معاملات پر پڑتا ہے۔ اس لیے یہ حکم نافذ کر دیا گیا کہ متنی بیٹے کو جب پکارو یا اس کا ذکر کرو تو اس کے اصلی پاپ کی طرف منسوب کر کے ذکر کرو۔ جس نے بیٹا بنا لیا ہے اس کا بیٹا کہہ کر خطاب نہ کرو۔ کیونکہ اس سے بہت سے معاملات میں اشتباہ اور التباس پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔“ (۴۲)

محمد حسین ھیکل کے نزدیک یہی احکام آزاد شدہ غلام کو شہریت کے حقوق دلانے کا سبب ہوئے اور یہی احکام منہ بولے بیوؤں کے وہ حقوق ختم کرنے کا موجب ثابت ہوئے جن (حقوق) کی وجہ سے ان کی صلبی بیوؤں کے ساتھ کلی مناسب قائم ہو چکی تھی اور انہی احکام نے آئندہ کے لیے منہ بولے بیوؤں کے لیے کوئی ایسی گنجائش نہ چھوڑی جس کے وہ مستحق نہ ہوتے ہوئے ان سے مستفید ہو رہے تھے۔“ (۴۳)

الغرض یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ سامنے آگئی کہ اسلام نے متنی کو حقیقی بیٹے کا درجہ نہیں دیا اور نہ ہی اسے

وراثت میں حقدار قرار دیا۔ بلکہ اس کی نسبت اپنے اصلی باپ کی طرف کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہی احکامات کی بنا پر حضرت زید کو زید بن حارثہ اور حضرت مقداد بن الاسود، جنہیں اسود نے اپنا مقتني بنا لیا تھا، کو مقداد بن عمر دکھانے لگا۔ (۲۳)

ننانگ بحث:

حضرت زینب بنت جحش کا واقعہ نکاح عرصہ ہائے دراز سے اہل یورپ کے ہاں ناخوٹگوار رائے زنی کا باعث بنا رہا ہے، حتیٰ کہ آج بھی۔ (۲۵)

یہاں پر ہم زیر بحث واقعہ متعلق بعض حقوق کے انکشاف کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ منصفانہ مزاج کے حامل لوگ غور و فکر سے کام لیں اور ان انسانوں سے چھکا را حاصل کرنے کی قوت پالیں جنہیں بعض موضوع اور من گھڑت روایات نے جنم دیا ہے۔

گزشیہ آرٹیکل بعنوان Adoption میں مقالہ نگار نے اس واقعہ کو زیر بحث لاتے ہوئے چند حقوق کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، مثلاً یہ کہ عربوں کے ہاں مقتني بنا نے کاروان موج موجود تھا، منه بولے بیٹوں کو حقیقی اولاد کا درجہ اور حقوق حاصل ہوتے تھے۔ حضرت زید کو اُن کی سپاس گزاری کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ چنانچہ انہیں زید بن محمدؐ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

جہاں تک تعلق ہے عنزہ عبسی کا تو وہ چونکہ لوڈی کے طن سے پیدا ہوا تھا، لہذا اس بنا پر اُس کے والد نے اُسے جاہلی دستور کے مطابق اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب قبلہ عبس پر ہونے والے ایک جملہ میں اُس نے اپنے بہادرانہ جو ہر دکھائے تو اُس کے باپ نے اُسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ اس واقعہ کا عربوں کی رسم تینیت سے کوئی تعلق نہیں۔ (۲۶)

بہر حال مذکورہ تفصیل سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ حضرت زیدؑ آنحضرت ﷺ نے آزاد فرمایا کہ اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اپنے اس منہ بولے بیٹے کے جوان ہونے پر آپ نے ان کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا انتخاب فرمایا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت زینبؓ جو نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، آپ کے سامنے ہی پلیں بڑھیں، ابھی جاپ کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا کہ دیکھنے کی کوئی ممانعت ہوتی۔ اگر آنحضرت ﷺ کے دل میں انہیں اپنی بیوی بنانے کا خیال موجود ہوتا تو ایسا کر گزرنما آپ کے لیے چند اس مشکل نہ تھا، ایک تو آپؐ کی حضرت زینبؓ سے نہایت قریبی رشتہ داری تھی، پھر حضرت زینبؓ کے اولیاء، جنہوں نے حضرت زیدؓ سے رشته کرتے وقت کافی پس و پیش کی تھی بھی بخوبی راضی ہو جاتے بلکہ وہ اسے اپنے لیے عین سعادت سمجھتے ہوئے دل و جان سے قبول کر لیتے۔ جیسا کہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

حضرت زینبؓ آپؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ لڑکپن سے آپؐ کے سامنے ہوتی تھیں اور بار بار آپؐ نے ان کو دیکھا

خا۔ آپ سے کوئی پرده نہ تھا اور نہ پرده کا حکم اب تک نازل ہوا تھا اور حضرت زینبؓ شادی کے بعد بھی آپ سے پرده نہیں کرتی تھیں اور آپ کے سامنے آتی تھیں تو کیا آنحضرت نے حضرت زینبؓ گوزیدے نکاح کے بعد ہی پہلی بار دیکھا تھا اور اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اگر آپ کو ان کا حسن و جمال پسند تھا تو پہلے ہی زید سے کیوں نکاح کرنے دیا جس پر خود زینبؓ اور ان کے ورثاء اور اولیاء بمشکل راضی ہوئے۔ آپ نے خود ہی کیوں نہ ان سے نکاح کر لیا، ان کے اعزاء اور اقارب آپ نکاح کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کرتے۔ (۲۷)

مقالہ نگار کی طرف سے یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ حضرت زینبؓ نے پیغمبرؐ کے جذبات کو اس حد تک برا بھیختہ کر دیا تھا کہ انہوں نے (معاذ اللہ) زیدؓ پر مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی سے ترک تعلق کر لے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت زینبؓ نے اللہ اور اس کے پیغمبرؐ کے حکم کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے حضرت زیدؓ سے نکاح کرنے پر رضا مندی کا اظہار فرمایا تھا۔ عمل یقیناً ان کے ایمان اور خلوص کا مظہر تھا، اور ایک مخلاص مسلمان کو ایسا ہی اطاعت شعار ہونا چاہیے۔ اور اگر ایسا نہیں تھا، جیسا کہ خیال کیا جا رہا ہے، تو پھر ایسی خاتون اس قابل نہیں کہ وہ ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل کرے، چہ جائیکہ قرآن کی رو سے وہ خاتون مومنہ قرار پائے، اللہ تعالیٰ خود اسے اپنی نبی کی زوجیت کا شرف عطا فرمائے اور نبی کریم ﷺ اس خاتون کے زہد و تقویٰ اور پارسائی کی تعریف میں اپنے لب ہائے مبارک و افرمائیں۔

پھر اگر حضرت زینبؓ نے پیغمبرؐ کے جذبات کو برا بھیختہ کر کے حضرت زیدؓ سے طلاق حاصل کی ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح کے ملنے پر آپؐ کا مشغول استخارہ ہونا اور پھر دیگر از واج پر اس بات کو فخر یہ بیان کرنا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کی زوجیت میں دیا ہے، کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ان تمام باتوں سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ ساری کارروائی زینبؓ نہیں بلکہ آسمانی تھی۔ جیسا کہ لفظ و جنا کھا سے واضح ہو رہا ہے۔

یہاں پر نہیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس موقع پر حضرت زیدؓ کے جذبات کس قسم کے تھے۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ آپؐ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے، جس کا اندازہ آپؐ مونٹنی بنائے جانے والے واقعہ سے بخوبی ہو رہا ہے۔ آپؐ کے اسی جذبہ حب نبوی کی بنابر نبی کریمؐ نے صرف یہ کہ آپؐ وازادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا بلکہ اپنا منہ بولا بیٹا بنانا کر کرم نوازی کی حد کر دی، پھر ان پر مزید احسان یہ فرمایا کہ اپنی پچھوپھی زاد بہن سے آپؐ کا نکاح کر دیا۔ حضرت زیدؓ بھی مرتبہ دم تک آنحضرتؐ کے وفادار رہے۔ یہاں تک کہ جب آپؐ حضرت زینبؓ کو طلاق دے چکے بھی آپؐ کے جذبہ حب نبوی میں کسی قسم کا کوئی فرق دیکھنے میں نہ آیا۔ آپؐ حب سابق پیغمبر اسلامؐ کے ہر حکم کی تعلیم میں پورے خلوص اور جانشانی کے ساتھ لگے رہے، یہاں تک کہ اسی راہ میں اپنی جان بھی جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اگر حضرت زیدؓ کو اس امر پر مجبور کیا گیا ہوتا کہ وہ اپنی بیوی حضرت زینبؓ سے ترک تعلق کر لیں یعنی انہیں طلاق دے کر فارغ ہو جائیں تو دین اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے لیے آپؐ

کے یہ جذبات محبت بھی بھی برقرار نہ رکتے تھے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نبی کریم ﷺ تو حضرت زید گواپی بیوی کے ساتھ نباہ کرنے کا مشورہ ہی دیتے رہے (جس کے مختلف اسباب پہلے بیان کیے جا چکے ہیں) اگر بات وہی ہوتی جو بیان کی جا رہی ہے تو آپ انہیں ایسا مشورہ ہی کیوں دیتے؟ پھر جب حضرت زید نے حضرت زینب گو طلاق دے دی تو آنحضرت نے حضرت زینب گواپی جانب سے پیغام نکاح پہنچانے کے لیے حضرت زید کا ہی انتخاب کیوں فرمایا، کیا یہ آنحضرت کے شفاف طرز عمل کی دلیل نہیں؟ بالفرض اگر حضرت زید گو مجبور کر کے طلاق دلوائی گئی ہوتی تو آپ کے دل میں حضرت زینب کے لیے ادب و احترام کے وہ جذبات کہاں بیدا ہو سکتے تھے کہ جن سے سرشار ہو کر آپ نے ان تک آنحضرت کے نکاح کا پیغام پہنچایا۔ یہ بات نہ صرف یہ کہ عقلی طور پر درست نہیں بلکہ نص قرآنی کے بھی خلاف ہے۔ ظفر علی قریشی رقمطراز ہیں:

”اگر آنحضرت کا طرز عمل بے داغ نہ ہوتا تو آپ زینب گو، جنہیں زید طلاق دے چکے تھے یہ پیغام نکاح زید ہی کی معرفت نہ سمجھتے۔ دوسرے یہ کہ اگر زید کے ذہن میں ذرا برا بر بھی شبہ ہوتا کہ ان کی بیوی نیزب گو طلاق دلوانے میں آنحضرت (معاذ اللہ) کسی طرح ملوث ہیں (جبیسا کہ یہ مخالفین تہمت لگاتے ہیں) تو زید آنحضرت کا پیغام نکاح پہنچانے ہرگز ہرگز نہ جاتے۔ یہ تمام واقعات حضرت زینب کے معاملے میں آنحضرت پر تمام عیب جو یا نہ کہتے چینی کا قلع قلع کرنے کے لیے کافی ہیں۔“ (۲۸)

ربا یہ سوال کہ حضرت زید نے حضرت زینب گو طلاق کیوں دی؟ تو اس کے اسباب کچھ مختلف نوعیت کے تھے جنہیں گزشتہ تفصیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت زینب بنت جحش سے آنحضرت کے نکاح پر جن لوگوں نے واویلا مچایا وہ منافقین کا گروہ تھا، جنہیں اعتراض اس بات پر تھا کہ آنحضرت نے اپنے منہ بولے بیٹھ کی بیوی سے نکاح کر لیا جبکہ آپ نے ہی بیٹھ کی بیوی سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ تو انہیں وحی کی زبانی یہ بتا دیا گیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے نبی والد نہیں، لہذا یہاں اولادوں لے حقوق و فرائض معین کرنا ایک عبث کام ہے۔

مقالہ نگار نے یہاں سورہ نساء کی جس آیت کا حوالہ دے کر یہ اعتراض ذکر کیا ہے کہ ”قرآن کی رو سے (سورۃ ۷۳، آیت نمبر ۲۷) یہ کبیرہ گناہ تھا کہ ایک باب اپنے بیٹھ کی بیوی (یعنی اپنی بہو) سے نکاح کر لے۔“ تو عرض یہ ہے کہ قرآن کی مذکورہ آیت میں ایسے کسی گناہ کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ البتہ آیت تحریم (سورۃ ۷۳، آیت نمبر ۲۳) میں صلبی بیٹوں کی بیویاں حرام قرار دی گئی ہیں تاکہ لے پا لک بیٹوں کی بیویاں اس حکم سے خارج قرار پائیں۔ اسی طرح سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۵، اور ۷۳ میں تو متنبی سے متعلقہ احکامات و مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں جبکہ اس سورہ کی پہلی تین آیات اس مضمون سے خالی ہیں۔

مارگولیتھ نے حضرت عائشہؓ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”قرآن متنبی، بیٹھے والے واقعہ کو حذف کر کے اپنے حق میں زیادہ فوائد سمیٹ سکتا تھا اور اس تنقید کا رخ دوسروں کی طرف بھی پھیرا جاسکتا تھا۔“

اس موقع پر حضرت عائشہؓ نے جو فرمایا تھا وہ ہم جامع ترمذی کے حوالے سے پیچھے بیان کرائے ہیں۔ جب یہ حضرت عائشہؓ کا قول ہی نہیں تو اسے زیر بحث لانا ایک غیر ضروری امر ہے۔

یہاں پر حضرت زینبؓ بنت جحش کے واقعہ نکاح کے بارے بعض غیر مسلم مصنفوں (جنہوں نے اس واقعہ کو بنظر انصاف دیکھنے کی سعی کی ہے) کی آراء کو نقل کر کے بحث کا اختتام کیا جاتا ہے:
منگری و اٹ (W.Montgomery) کا بیان ہے:

It is most unlikely that at the age of fifty-six such a man as he should have been carried away by a passion for a woman of thirty-five or more.(49)

”یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی عمر چھپن سال ہو ایک ایسی عورت کہ جس کی عمر پیٹیس سال یا اس سے بھی زیادہ تھی کے متعلق جذبات میں بہہ گیا ہو۔“

اپنی دوسری تصنیف Muhammad(PBUH) at Medina میں لکھتا ہے:

The criticism of Muhammad, then, was based on a pre-Islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had?(50)

”زینبؓ بنت جحش سے نکاح کے موقع پر آپؓ پر جو تنقید ہوئی اس کی بنیادی وجہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جسے اسلام نے ختم کر دیا۔ اس شادی سے آپؓ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے اندر اس قدیم رسم نے جو غلبہ حاصل کر رکھا تھا، اسے ختم کیا جائے۔“ دیگر مکمل مقاصد کے مقابلے میں اس شادی کا یہ مقصد کس قدر را ہم تھا؟“

آر۔ باؤس ورثہ سمٹھ (Bosworth Smith) نے اپنی تصنیف Muhammad (PBUH) and Muhammadanism میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

His marriage with Zeinab, the wife of Zeid, his freedman and adopted son, after her divorce from him, bears on the face of it a worse complexion: but I am satisfied, after a close examination of the circumstances of the case, that it does not bear the interpretation usually placed upon it by Christians. It raised an outcry among the

Arabs of the ignorance, not because they suspected an intrigue on the Prophet's part to secure a divorce ; but because they looked upon an adopted as though he were a real son, and considered, therefore, that the marriage fell within the prohibited degrees. This restriction, which Muhammad, for whatever causes, considered to be an arbitrary one, he abolished by his marriage, not for his own benefit only, but for that of the Arabs at large.(51)

”عیسائی بالعلوم اس واقعہ کو جو رنگ دیتے ہیں وہ درست نہیں ہے۔ اس نکاح نے عربوں کے جاہلی معاشرہ میں پھیل پیدا کر دی تھی۔ اس بنابری نہیں کہ انہیں پیغمبرؐ پر طلاق دلوانے کی سازش کا کوئی شبہ لاحق ہو گیا تھا، بلکہ اس لیے کہ ان کے نزدیک متنبیٰ حقیقی بیٹھے کی حیثیت رکھتا تھا، اور یوں یہ نکاح ان کے نزدیک محرم رشتؤں کی صفت میں شامل ہو گیا تھا۔ آپؐ اس پابندی کو بلا جواز قرار دیتے تھے، لہذا آپؐ نے اس نکاح کے ذریعے اسے ختم کر دیا۔ نہ صرف اپنے لیے بلکہ تمام عربوں کی نفع رسانی کے لیے۔“

مزید لکھتا ہے:

It should be remembered, however, that most of Muhammad's marriages may be explained, at least, as much by his pity for the forlorn condition of the persons concerned, as by other motives. They were almost of all of them with widows who were not remarkable either for their beauty or their wealth, but quite the reverse. May not this fact, and his undoubted faithfulness to Khadijah till her dying day, and till he himself was fifty years of age, give us additional ground to hope that calumny or misconception has been at work in the story of Zeinab?(52)

”یہ یاد رہے کہ آپؐ کے اکثر نکاحوں کے بارے چہاں اور تو جیہات ممکن ہیں وہاں یہ توجیہ بھی کی جاسکتی ہے کہ آپؐ نے نکاح کے ذریعے اس متعلقہ (بے سہارا) خاتون کی حالت زار پر ترس کھایا ہو۔ کیونکہ آپؐ کے تقریباً تمام نکاح یہاؤں سے ہوئے جو نہ توباعتبار حسن قابل ذکر تھیں نہ باعتبار دولت۔ بلکہ معاملہ اس کے بر عکس تھا۔ پھر جب یہ حقیقت عیاں ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ آپؐ حضرت خدیجہؓ سے ان کی وفات تک، جبکہ آپؐ کی عمر پچاس سال ہو چکی تھی، وفادار رہے تو کیا اس سے اس خیال کو مزید تقویت نہیں پہنچتی کہ زینبؓ والی کہانی میں الرازم تراشی اور کچھ فنبی کا فرمایا ہے۔“

گز شیخ تفصیل سے یہ بات اظہر من اشمس ہو گئی کہ حضرت زینبؓ کے واقعہ نکاح کے بارے جو افسانے اور قصے کہانیاں تراشی گئی ہیں انہیں اصل حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

حوالہ جات

- ا۔ جان آف دمشق (John of Damascus) کا زمانہ ۷۰۰ء تا ۷۵۰ء تھا۔ جان بنیادی طور پر ایک مذہبی عالم، مصنف، ملکیسا کافار غلط تعلیم، راهب اور پادری تھا۔ (Webster's Biographical Dictionary, U.S.A, G & C. Merriam Co., 1953, p:787)

^۲- جیب الحق ندوی، پروفیسر، "اسلام اور مستشرقین"؛ مجموعہ مقالات، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ سید صباح الدین، عظیم گزٹھ، دارالمصنفوں، ۲۰۰۳ء، ج: ۳، ص: ۱۶، ۱۷

۳۔ اس آرٹیکل کا مصنف (Th.W.Juynboll) ہے۔ اس کا زمانہ ۱۸۲۶ء تا ۱۹۲۸ء ہے۔ اہم تصانیف میں یہی بن آدم کی کتاب الخرج مطبوعہ ۱۸۹۶ء، صحیح ابنخاری کا جزو رابع مطبوعہ ۱۹۰۸ء، استشراق ہالینڈ میں، اسلام جاوہ میں مطبوعہ ۱۹۱۳ء قابل ذکر ہیں۔ (العقیقی، نجیب، المستشرقون، مصر، دارال المعارف، ۱۹۶۴ء، ۱/۲۰۷۰ نیز دیکھیجی مراد، الدکتور، معجم اسماء المستشرقین، بیروت، دار الكتب العلمية، ۱۹۲۵ء/۵/۲۰۰۲ء)

4.Juynboll Th. W., "Adoption", Encyclopaedia of Religion and Ethics, Edited by James Hastings, New York, Charles Scribner's Sons, 1980, vol.:I, p:111

ڈیوڈ مارکولیتھ (Margoliouth,D.S) (الجایی، بسام عبد العالی، ۱۹۰۵ء) (العیقیقی، ۱۸۵۸ء تا ۱۹۳۰ء) زمانہ مارکولیتھ کا نام ہے جس کا اعلان ۱۹۸۷ء میں انجمن انگلستان کا
لوہاب، معجم الاعلام، الحفان والجایی للطباعة والنشر، الطبعة الاولى، ۱۹۰۷ء، ص: ۲۵۱، م، ۱۹۸۷ء / ۱۳۰۷ھ کا۔ اس نے بیضاوی کی تفسیر سے سورہ آل عمران کا
مشہور مستشرق، جن نے نصف صدی تک اوس فورڈ یونیورسٹی میں عربی کی تدریس کی۔ اس نے بیضاوی کی تفسیر سے سورہ آل عمران کا
انگریزی میں ترجمہ کیا، جو ۱۸۹۲ء میں Chrestomathia Baidawiana کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ اس نے رسائل
ابی الحلاء المعری کو ایڈ کیا یہ اس نے یاقوت کی ”بیجم الادباء“ کو سات جلدیوں میں شائع کیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مرتبین میں
سے ہے، بمصر اور دمشق کی اکیڈمی کا ممبر رہا ہے۔ مارکولیتھ نے اسلام پر جو کتابیں لکھیں ہیں ان میں تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر
ہیں: Mohammedanism, 1911، Mohammad(PBUH) and the Rise of Islam, 1905

اور مصطفیٰ ندوی، مولانا، دارالرصان، مسٹر مسٹر قین اور ان کی تصنیفات، مجموعہ مقالات، اسلام اور مسٹر قین، مرتبہ محمد عارف عمری، عظیم گڑھ، سلماں شمشی ندوی، مارکو لیتھ، اردو دائرة معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، طبع اول، ۱۹۸۵ھ/۱۹۸۵ء، ۳۱۶/۱۸، ۳۱۷-۳۱۸؛ (شیعیت اللہ، مارکو لیتھ)، اردو دائرة معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، طبع اول، ۱۹۸۵ھ/۱۹۸۵ء، ۳۱۶-۳۱۷)

6. Margoliouth,D.S.,"Muhammad(PBHU)",Encyclopaedia of Religion and Ethics,Edited by James Hastings,New York,Charles Scribner's Sons 1980.vol.:viii.p:879

- ٧- يوسف القرضاوى، اسلام میں حلال و حرام، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، اکتوبر ٢٠٠٥ء، ص ٢٧٣
- ٨- الاحزاب ٥/٣٣
- ٩- ابن الأثير الجزري، على بن محمد، اسد الغایة فی معرفة الصحابة، بيروت، دار الكتب العلمية، الطبعة الثالثة، ٢٠٠٨/٥١٤٢٩م، ج ٢، ص ٣٥٢-٣٥٣؛ ابن عبد البر، أبو عمر، يوسف بن عبد الله، القرطبي، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، بيروت، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، ١٩٩٥/٥١٤١٥م، ١١٧-١١٥/٢م، ١٩٩٥/٥١٤١٥م
- ١٠- ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الكبرى، بيروت، دار أحياء التراث العربي، الطبعة الأولى، ١٤١٧/٥١٤٩٦م، ج ٨، ص ٢٩٥؛ ابن قيم الجوزية، أبو عبد الله، محمد بن أبي بكر، زاد المعاد في هدى خير العباد، تحقيق وتعليق شعيب الأرنؤوط وعبد القادر الأرنؤوط، بيروت، مؤسسة الرسالة، الطبعة الثالثة عشر، ٦/١٤٠٦م، ١٩٨٦/٥١٤٠٦م
- ١١- الطبقات الكبرى، ٣٠٢١٨، هود ١١:٧٥
- ١٢- الهيثمي، على بن أبي بكر بن سليمان، نور الدين، مجمع الروايد، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، بيروت، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، ٢٠٠١/١٤٢٢م، ج ٧، ص ٢٩٢؛ ابن سيد الناس، عيون الأثر في فنون المغازى والشمائل والسير، بيروت، دار الجيل، الطبعة الثانية، ١٩٧٤م، ٣٠٥١
- ١٣- الاستیعاب، ج ٤، ص ٤٠٧؛ عيون الأثر، ١١:٣٠٥١
- ١٤- البخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضاً، موسوعة الحديث الشريف، الرياض، دار السلام للنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، محرم ١٤٢٠هـ /أبريل ١٩٩٩م، رقم الحديث: ٢٦٦١، ص ٢١١
- ١٥- ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل، أحمد بن علي، الأصحاب في تمييز الصحابة، تحقيق وتعليق الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ على محمد معموض، بيروت، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، ١٩٩٥/٥١٤١٥م، ج ٨، ص ١٥٤؛ الطبقات الكبرى، ج ٨، ص ٢٩٩؛ الاستیعاب، ج ٤، ص ٤٠٧
- ١٦- الطبقات الكبرى، ٣٠٢١٨، ١٨:٣٠٢، ١٨:٣٠٢
- ١٧- الاحزاب ٣٦:٣٣
- ١٨- ابن كثير، أبو الفداء، إسماعيل بن كثير، تفسير القرآن العظيم، دمشق، مكتبة دار الفيحاء للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، ١٩٩٤/٥١٤١٤م، ٣:٦٤٨
- ١٩- تفصیل کے لیے دیکھیے، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، رمضان المبارک ١٤٢٧ھ /اکتوبر ٢٠٠٦ء، ٧/١٥٢-١٥٠
- ٢٠- تفسیر القرآن العظیم، ٣:٢٨٢، ٣:٢٨٣
- ٢١- تفصیل کے لیے دیکھیے، دیکھیے معارف القرآن، ٧/١٥٣، ٧/١٥٢
- ٢٢- الاحزاب ٣٢/٣٣

- ٢٥ - الترمذى،أبو عيسى،محمد بن عيسى،جامع الترمذى،كتاب تفسير القرآن عن رسول الله،باب ومن سورة الاحزاب،
موسوعة الحديث الشريف،الرياض،دار السلام للنشر والتوزيع،الطبعة الاولى،محرم ١٤٢٠/٥١،بريل ١٩٩٩م،رقم
الحادي:١٩٧٩،ص:٣٢٠٧
- ٢٦ - هرقل،محمد حسين،حيات محمد ﷺ،مترجم ابو الحسن،لاهور،اداره ثقافت اسلامیه،١٩٩٦ء،ص:٢٠٥
- ٢٧ - مسلم بن حجاج،أبو الحسين،القشيري،صحيح مسلم،كتاب النكاح،باب زواج زينب بنت جحش...،موسوعة
الحديث الشريف،الرياض،دار السلام للنشر والتوزيع،الطبعة الاولى،محرم ١٤٢٠/٥١،بريل ١٩٩٩م،رقم
الحادي:٩١٦،ص:١٤٢٨
- ٢٨ - ادريس كاندھلوي،مولانا،سیرت المصطفى ﷺ،لاهور،مکتبہ غلیل،طبع دوم،س۔ان،٢١٩/٣،ص:
- ٢٩ - الاحزاب ٣٧:٣٣
- ٣٠ - صحيح مسلم،كتاب النكاح،باب زواج زينب بنت جحش...،موسوعة الحديث الشريف،رقم الحديث:
٤٠٨١٤،ص:٩١٦؛الاستيعاب،٤٠٨١٤
- ٣١ - صحيح البخارى،كتاب التوحيد،باب و كان عرشه على الماء...،موسوعة الحديث الشريف،رقم الحديث:
٦١٨،ص:٧٤٢١
- ٣٢ - عيون الاثر،٣٠٤/١
- ٣٣ - الاحزاب ٤٠:٣٣
- ٣٤ - مبارکپوری،صفی الرحمن،مولانا،الرجیق الختم،لاهور،المکتبۃ السلفیہ،صفر ١٣٢٣ھ/اپریل ٢٠٠٣ء،ص:٦٣٢،٦٣٢
- ٣٥ - الاحزاب ٥:٣٣
- ٣٦ - الاحزاب ٤:٣٣
- ٣٧ - حیات محمد ﷺ،ص:٢٠٥
- ٣٨ - تنزیل الرحمن،مجموعہ قوامین اسلام،اسلام آباد،ادارہ تحقیقات اسلامی،طبع چہارم،۱۹۹۱ء،۸۷/۳،ص:۲۳
- ٣٩ - التوبۃ ٩:٨
- ٤٠ - النساء ٢٣:٢٤
- ٤١ - اسلام میں حلال و حرام،ص:۲۳-۲۵
- ٤٢ - معارف القرآن،٨٣/٧
- ٤٣ - حیات محمد ﷺ،ص:٢٠٦
- ٤٤ - الاستیعاب،٢/٧،ص:٥٢-٥٣

45. Tor Andrae,Mohammed(PBUH) the Man and his Faith,New York,Harper & Brothers,1960,p:152;Rodinson,Maxime,Muhammad(PBUH) Prophet of

Islam,London,Tauris Parke Paperbacks,1980,p:205,206;Nabia Abbott,Aishah(RAU) the Beloved of Mohammed(PBUH),Chicago,The University of Chicago Press,1944,p:16

- ۳۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، احمد حسن الزیارات، تاریخ الادب العربی، بیروت، دار المعرفة، ۱۹۹۳/۱۴۱۳، ص ۴۵، ۴۶
- ۳۷۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ، ۲۲۱/۳
- ۳۸۔ ظفر علی قریشی، ازواج مطہرات اور مسترشقین، لاہور، علی پرنز، نومبر ۱۹۹۳ء، ص ۲۰

49. Watt, W. Montgomery, Muhammad(PBUH) Prophet and Statesman, Oxford University Press, 1961, p:158
50. Watt, W. Montgomery, Muhammad(PBUH) at Medina, Oxford University Press, 1956, p:330
51. R. Smith, Bosworth, Muhammad(PBUH)and Muhammadanism,Lahore,Sind Sagar Academy,N.D,p:95
52. Ibid